نقد ادبِ عربی کے ارتقاء میں قرآن کریم کا کردار

The Role of Qur'an in the Development of Arabic Literary Criticism

مسرت جمال[i] عشرت بیگم[ii]

Abstract

The study of Quran is essential for every individual whether he s a learned person or an ordinary one. It is the book of knowledge and wisdom.it is just like a "compass" in the tribulent voyage of life. This Holy book was revealed in Arabic, being a live language in the old time and the present era.It challenged the scholars of the time to compare with its verses, but still now its unchallengeable position is going on. The revelation of Quran opened the doors of knowledge and played a vital role in the development of Arabic literature.

This article deals with the root of criticism in Quran and to find out how Quran impacts on the development of literary Critisim?

فن نقد ان علوم وفنون سے جنم لینے والا ایک فن ہے جس کو قرآن نے تراش خراش کے بعد ایک قیمتی موتی بنادیا۔ عصر حاضر میں اس فن کو مسلم ادبیات میں جو پذیرائی حاصل ہو رہی ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن حکیم کے وہ اصول ہیں جو "فن تنقید" کی عمارت کے لئے اساسی کردار ادا کرتے ہیں۔ ادبی نقد کی اساسیات کو جاننے کے لئے ہم اس بات کے محتاج ہیں کہ اس کے قواعد

i پروفیسر، شعبہ عربی، پشاور یونیورسٹی
ii پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ عربی، پشاور یونیورسٹی

وضوابط کو قرآن کی روشنی میں مطالعہ کریں تاکہ قرآن کے ساتھ فن نقد کے مضبوط ربط کا اندازہ ہو سکے۔ ذیل میں فن نقد کو قرآن کے تناظر میں پیش کرنے کے لئے بالترتیب تمام نکات زیر بحث لائے جارہے ہیں۔

نقد عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ فعل ثلاثی مجرد "نَقِدَ يَنْقُدُ نَقْداً[1]" کا مصدر ہے جسکے معنی تمیز کرنا ہے۔ یہ کلمۃ ثلاثی مزید کے بہت سے دوسرے ابواب میں بھی استعمال ہوتا ہے جس سے مزید معانی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے باب افعال سے اِنْقَدَ يَنْقِدُ اِنْقَاد [2]، باب تفعیل سے نَقِدَ يَنْقِدُ تَنْقِيْدً[3] بمعنی امتیاز کرنا، باب تفاعل سے تناَ قَديَتنَا قِدُ تَنَاقُد[4] بمعنی فیصلہ طلب کرنا، باب افتعال سے اِنتَقِدَ يَنْتَقِدُ اِنْتَقَاد[5] بمعنی جدا کرنا، قبضہ کرنا، باب مفاعلۃ سے نَاقدَ، يُنَاقِد مُنَاقِدة [6] بمعنی مناقشہ کرنا، باب تفعل سے تَنْقِد يَنْتَقِدُ تَنْقِدً[7] بمعنی شمار کرنا، گننا، باب انفعال سے اِنقِدَ يَنْقِدُ اِنقاد [8] بمعنی میل کچیل صاف کرنا، دانہ چوگنا (اِنْقَدَ الطَّير) اور باب استفعال سے اِسْتَنْقَدَ يَسْتَنْقِدُ اَسْتِنْقَاد بمعنی تعریف، مذمت، عیب نکالنا[9].

عرب کلمۂ نقد کو دور جاہلی میں "نَقِدَ الدَّرَاهِمَ[10]" یعنی دراہم کی گنتی، اس میں کھرے کھوٹے کے جدا کرنے، (نَقِدَ الجَوْزَة)[11] اخروٹ توڑنے، نَقِدْ تُهُ نَقْداً[12] (عیب جوئی کرنے) نَاقِدْنِي فُلاَنٌ[13] (تعریف کرنے) نَاقدُ كَلاَمه[14] (کلام کی عمدگی اور غیر معیاری ہونے کا فیصلہ کرنا) کے لئے استعمال کرتے تھے۔

اصطلاح ادب میں نقد سے مراد ادباء وشعراء کی ادبی کاوشوں کا جائزہ لینا اور ان کے معیار پر فیصلہ دینا ہوتا ہے کہ آیا ان کا کلام محمود ہے یا ناقص؟[15]

دور جاہلی میں عربوں کے ہاں باقاعدہ علمی وادبی میلے لگتے تھے جن میں سوق عکاظ، سوق ذوالمجاز، ذو المجنۃ، دومۃ الجنۃ، بہت زیادہ مشہور تھے[16]۔ اس کے علاوہ راتوں کو قصہ گوئی کی

محفلیں[17] اور عام ادبی محفلیں[18] بھی ان کے ہاں خاص طور پر مروج تھیں۔ ان علمی سرگرمیوں کا مقصد شعراء وادباء کی کاوشوں پر تنقید کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کے ادبی عیوب کی نشاندہی کرنا ہوتا تھا[19]۔ کلام کی جودت اور رداءت کی تعیین کے لئے باقاعدہ ناقدین کو دعوت دی جاتی تھی اور مہمان خصوصی کے اعزاز میں بڑے بڑے خیمے لگائے جاتے جن میں بیٹھ کر وہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان ناقدین میں نابغہ ذبیانی[20]، قس بن ساعدہ الایادی[21]، ام جندب[22] اور مہلہل بن ربیعہ[23] خاص طور پر نمایاں تھے۔ یہ حکماء عربوں کے ہاں قضاۃ کا درجہ رکھتے تھے۔ دور جاہلی میں نقد ان فطری خطوط پر گامزن تھی[24]۔

قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ہی نقد کے فطری بیج کی آبیاری شروع ہوگئی۔ قرآن کی نرم اور زرخیز مٹی اور سنت رسول اللہ ﷺ کی بہترین نگرانی نے اس بیج کو تناور درخت میں تبدیل کر دیا اور بعد کے عصور حتی کہ عصر حاضر کے ناقدین بھی اسی درخت کے لذیذ پھلوں سے نہ صرف محظوظ ہو رہے ہیں بلکہ ان کے سائے میں سستا بھی رہے ہیں۔

قرآن مجید اگرچہ خود حق و باطل میں تمیز کے لئے ایک عظیم ناقد کا کردار ادا کر رہا ہے لیکن اس کے لئے قرآن نے بالواسطہ کلمۃ " نقد" استعمال نہیں کیا بلکہ کلمۃ "فرقان" اور "تمیز" کا استعمال کیا ہے اور ان دونوں کلمات کو بالواسطہ نقد و تنقید کے لئے استعمال کیا ہے۔ اہل لغۃ نے اس کلمہ کو بطور فن تیسری صدی ہجری میں متعارف کروایا۔ اس کا سہرا قدامۃ بن جعفر[25] کے سر ہے۔ اس نے اس فن میں دو کتابیں "نقد الشعر" اور "نقد النثر" بھی تصنیف کیں جو فن تنقید کی اساس سمجھی جاتی ہیں۔ اسکے بعد محمد سلام الجمحی[26] نے " طبقات فحول الشعراء" لکھی جس کی بدولت فنی نقد نے ترقی کی ایک اور منزل طے کی۔

دور عباسی میں فن نقد بام عروج پر پہنچا۔ آمدی[27] کی " الموزنة"، جرجانی[28] کی " الوساطه" اور جاحظ[29] کی "البیان والتبیین" جیسی چوٹی کی تصانیف تحریر کی گئیں جن میں فن تنقید کے اوزان و پیمانے زیر بحث لائے گئے۔ ان کاوشوں میں قضية اللفظ والمعنى،قضية السرقات، قضية الانتحال، قضية القدماء والمحدثين کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

عصر حاضر میں بھی فن نقد ان قدیم بنیادوں پر قائم ہے جنہیں قرآن کریم نے پروان چڑھایا۔ البتہ دور جدید کے حوالے سے ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ناقدین ادب دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ؛ ایک گروہ "نقد قدیم"(جو کہ نقد ادبی کی اساس ہے)کا قائل ہے۔ ان میں شیخ مرصفی[30]، ابراہیم عبد القادر المازنی[31] اور عباس محمود عقاد[32]، کے نام قابل ذکر ہیں جب کہ دوسرا گروہ "نقد جدید" کا حامی ہے- ان میں ڈاکٹر طہٰ حسین، محمد مندور اور احمد شوقی وغیرہ شامل ہیں، یہ نقاد غرب کے مذاہب نقدیہ کے اسیر ان میں سے ہیں۔

عصر حاضر کے ناقدین ادبی نقد کے لئے تین اسالیب [تاریخی، نفسیاتی، فنی] اور چند لغوی مقاییس کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب یا تو قرآن کریم سے ماخوذ ہیں، یا پھر ان کے تطور میں قرآن کریم سے بڑا استفادہ کیا گیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

1. **تاریخی اسلوب (Historical Method)**

وہ اسلوب ہے جس میں ناقد ادیب کے ادبی شاہکار کو تاریخ کی روشنی میں جانچتا ہے اور اس پر ایجابی یا سلبی فیصلہ صادر کرتا ہے۔ قرآن کریم میں بنی نوع انسان کے اعمال کی تحسین و تقبیح کے لئے یہی طریقہ اپنایا گیا ہے تاکہ وہ گذشتہ اقوام کے احوال کی روشنی میں اپنے کردار پر نظر ڈالے او ران اعمال سے بچنے کی کوشش کرے جو قوموں کے زوال و تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ اس سلسلے میں قوم

نوح[علیہ السلام]، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی مثالیں ہم سب کے سامنے ہیں۔

2. نفسیاتی اسلوب (Psychological Method)

اس اسلوب کو عمل میں لا کر ایک ناقد کسی ادیب کے بیان کردہ کردار کو پرکھ کر اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کے بارے میں آگاہی حاصل کرکے نفسیاتی طور پر مستفید ہوتا ہے بالکل اس طرح جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرعون، ہامان، ابولہب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عبد اللہ بن ابی المنافق کے منفی کردار کی مذمت کرکے ابراہیم، نوح، ہود، سلیمان، داؤد، لوط، ادریس، موسیٰ، یحیٰ اور محمد علیہم صلوات اللہ و سلامہ اور مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور امہات المؤمنین جیسی باکردار شخصیات کو رول ماڈل قرار دیا ہے۔

3. فنی اسلوب (Artistic Method)

اس اسلوب میں ناقد ادیب کے ادب کی روشنی میں فیصلہ دیتا ہے۔ قرآن نے جگہ جگہ اس طریقہ کار کی مثالیں پیش کیں ہیں جیسے سورۃ بقرۃ میں فرمایا:

> ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[33]
>
> "یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلامِ خدا ہے۔ خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

یہاں متقین کے کردار کو پیش کرکے ان کے منطقی نتائج کو بیان فرمادیا کہ " هُمُ الْمُفْلِحُونَ."

پھر منافقین کی مثالیں آیت:

اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ[34] میں آگ روشن کرنے والے شخص سے دی، اور اس کا انجام بھی کہہ کر بتایا "فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ "

اور پھر "صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ "میں ان منافقین کی مثال بہرے، گونگے اور اندھے سے دی اوران کا انجام بھی کہہ کر بتادیا یعنی وہ رجوع کرنے والے نہیں ہیں۔

پھر ان کے حالت کی مثال آسمانی طوفانی بارش سے دی جس میں گرج وچمک ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ"[35] اور پھر اس کردار پر تنقیدہ بھی کر دی کہ " وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ

جدید نقد میں یہی مذکورہ بالا تین اسالیب استعمال ہو رہے ہیں اور انہی کے ذریعے سے نقد کے میدانمیں قدم رکھا جارہا ہے-بعد کے تنقید نگاروں نے کسی ادبی شہ پارے پر جودت ورداَت کا حکم لاگو کرنے کے لئے میدان نقد میں جزولاینفک قرار دیا جس کے بغیر نقد ممکن ہی نہیں۔

نقد کے لیے قرآنی پیمانے

قرآن کریم نے نقد ادبی کے لئے جن مقاییٔس کو نقد کی اساس بنایا ان میں درج ذیل مقائییس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔قدامہ بن جعفر، آمدی اور جرجانی نے اپنی شہرہ آفاق تصانیف میں انہی مقائییس کو بنیاد بنا کر اپنی نقد کی عمارات کو ان پر تعمیر کیا۔وہ مقاییس یہ ہیں:

1. المقاييس اللغوية(Linguistic scales)

قرآن کریم نے تمام نقاد کے لئے لغۃ القرآن کو ایک معیار بنادیا اور متعدد مقامات پر دلائل بھی پیش کر دیئے، جیسے فرمان رب تعالیٰ ہے:

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ [36]

اور (القابھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)۔ پھر فرمایا:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[37] "ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔"

مزید تاکیداً فرمایا:

قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ[38] "(یہ) قرآن عربی (ہے) جس میں کوئی عیب (اور اختلاف) نہیں تاکہ وہ ڈر مانیں۔"

چونکہ عربی زبان پیمانہ ہے لہذا ہر بات مفصل بیان کی اور فرمایا:

كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ[39] "(ایسی) کتاب جس کی آیتیں واضح (المعانی) ہیں (یعنی) قرآن عربی ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔"

اسے عربی میں اتارنے کا سبب بھی بتادیا کہ:

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ "ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا[40] "اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے۔"

قرآن کریم چونکہ عربی زبان کے مفردات کا خزانہ ہے لہذا علماء نقد نے اس علمی ورثہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور میدان نقد میں لغت قرآن کو بنیاد بنا کر کلام کے معیار کو پرکھنے کے لئے "مقاییس لغوية" کو پہلا پیمانہ قرار دیکر کلام کی جودت ورداءت کو پرکھنے کی راہ میں سہولت فراہم کی یعنی اگر کسی ادیب یا شاعر کا کلام میزانِ قرآن کی لغت پر پورا اترتا ہے تو اس کلام کو عمدہ کلام کہلائے جانے کا پورا حق حاصل ہے اور اگر کلام کا وزن اس پیمانہ سے کم ہے تو وہ کلام ردی یا بے کار ہے جیسے ابو تمام کا یہ قول معیوب ہے:

" لاَ اَنْتَ اَنْتَ وَلاَ الدِّيَار دِيَار"[41]

یہ اس قرآنی پیمانہ ہی کی برکات ہیں کہ فن لغت میں خلیل بنا ٔحمد کی "کتاب العین" اصمعی، ابن السکیت اور ابن الانباری کی "کتاب الاضداد" جیسے شاہکار منظر عام پر آئے اور آج بے شمار قارئین ان سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

2. مقاییس بیانیۃ(Rhetorical Scales)

فن بلاغت میں قرآن حکیم جو ترازو فراہم کرتا ہے اسے علماءِ نقد نے مقاییسِبیانیہ کا نام دیا ہے۔ یعنی علم المعانی، بیان اور بدیع کے لئے نقاد کو جن علوم و قوانین کی ضرورت ہے وہ قرآن کریم انہیں جگہ جگہ پیش کرتا ہے مثلاً فن تشبیہ ہیں درج ذیل اوراس کی طرح دوسری آیتیں:مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ[42]اس کے نور کی مثال چراغ کی سی ہے۔

اور فن استعارہ مثلاً درج ذیل آیتیں:

> أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ[43]"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے اور ان کی خریداری نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔"

اور مجازِ مرسل :" وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ"(اور گاؤں سے پوچھو)پہلی مثال تشبیہ سے، دوسری استعارہ سے اورچوتھی مجاز مرسل سے اور یہ سب علم البیان کے فنون ہیں جو بلاغت کے میدان میں اساس ہیں۔

3. مقاییس انسانیہ(Expressive Scales)

یہ پیمانہ انسانی فطرت اور مزاج کی حقیقتوں سے بحث کرتا ہے یعنی حالت غم،خوشی خوف، جرأت ناکامیاو رکامیابی میں کیا احساسات ہوتے ہیں۔جیسے قرآن خوشی کےاحساسات کے اظہار میں فرماتا ہے:

> هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ[44] "آؤاور میرا نامہ اعمال پڑھو۔"

جب کہ اس کے مقابلے میں افسوس و غم کے احساسات کے اظہار کے لیے فرمایا:

يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ "ہائے کاش مجھے موت آجاتی اور میرا فیصلہ ہو جاتا ہے۔"

4. مقاییس عقلیہ (Logical Scales)

یہ وہ پیمانے ہیں جس پر نقاد روزمرہ زندگی کے معاملات کو پرکھتے ہیں۔ قرآن اس مقیاس میں واضح طور پر راہنمائی فراہم کرتا ہے جیسے فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[45] "کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟" وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ[46] "اور اندھے اور آنکھوں والے برابر نہیں، نہ اندھیر اور روشنی، نہ سائے اور گرمی، نہ زندہ اور مردہ برابر ہو سکتے ہیں۔"

عقل یہ تقاضا کرتی ہے کہ ان حقائق کو تسلیم کیا جائے اور اگر ان حقائق کو جھٹلائیں گے تو کائنات کے اس توازن کو متزلزل کریں گے جو اس پیمانے کی صورت میں قرآن نے فراہم کیا ہے۔

5. مقاییس شعریہ تقلیدیہ (Old Poetic Scales)

نقاد اس سے مراد دور جاہلی کی شاعری کی وضع قطع لیتے ہیں جس کی طرز پر وہ اپنی شاعری کی تشکیل کر سکیں۔اسلام نے اس سے زیادہ شاعری کے موضوعات کو اہم قرار دیا ہے اور صرف اسحد تک شاعری کو مباح قرار دیا ہے جو دین اسلام کے دفاع اور اس کیمدح پر مشتمل ہو-ورنہ قرآن نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ [47] "شعراء کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔"

خلاصہ بحث

قرآن کریم نے اہل عرب کی زبان میں، شعر میں، بلاغۃ میں نثر میں اور قواعد میں نقد کے وہ چراغ روشن کئے جو تاقیامت ادب کے میدان میں روشنی بکھیر کر حق و باطل میں تمیز فراہم

کرتے رہیں گے اور قارئین کو طرح طرح کے فوائد سے نوازتے رہیں گے۔ قرآن حکیم نے فن نقد میں جو دینی و اخلاقی پیمانے وضع کیئے وہ حق کی دعوت کے پرچار اور فحش ولغو سے اجتناب کا پیغام عام کرتے ہیں۔ گویا قرآن عظیم نے فن نقد میں دوسرے فنون کی طرح علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ ہر طرح کی علمی تشنگی مٹادی۔ اس طرح یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ قرآنی نقد نے ادبِ قدیم وجدید میں نقد کی راہیں متعین کر دیں اور اسے حق و باطل کی تمیز کے لئے ایک بڑا پیمانہ فراہم دیا۔

حواشی و حوالہ جات

1 احمد مختار، معجم اللغة العربية المعاصرة۳: ۱۷۷، دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۸ء

2 حوالہ سابق، الزمخشري: اساس البلاغة: ۶۵۰، ایران

3 مجمل اللغة العربية: ۱۸۸

4 معجم اللغة العربية المعاصرة۳: ۱۷۷

5 ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب ۳: ۴۲۵، دار الفکر بیروت

6 بطرس البستاني، المحيط المحيط: ۹۱۱، دار القلم، بیروت

7 حوالہ سابق

8 ابن منظور: لسان العرب ج:3، ص:425

9 الزبیدی المرتضی سید، تاج العروس ۱۰: ۲۸۲، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۷ء

10 الصاحب، اسماعیل بن عباد، المحیط فی اللغة ۱۰: ۲۳۴، عالم الکتب، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء

11 لسان العرب ۳: ۴۲۵

12 الفیومی، أحمد بن محمد بن علی، الحموی المصباح المنیر ۲: ۷۸۰، دار الکتب العلمیة بیروت، (س-ن)

13 حوالہ سابق

14 تاج العروس ۱۰: ۲۸۳

15 تاج العروس ۱۰: ۲۸۲

16 جواد علی، تاریخ عرب قبل اسلام ۹: ۲۱۵، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، (س-ن)

17 احمد حسن الزیات، تاریخ ادب العربي: ۲۴، دار الکتاب العربي، بیروت، (س-ن)

18 حوالہ سابق

19 جواد علی،تاریخ عرب قبل اسلام ۹: ۲۱۵

20 زیاد بن معاویۃ بن ضباب الذبیانی الغطفانی المضری اور کنیت ابو امامہ جاہلی شعراء میں طبقہ اولی سے تھے، حجاز سے تعلق تھا۔ آپ ۱۸ قبل ہجری میں وفات پائے۔(الاعلام ۳:۵۴)

21 قس بن ساعدۃ بن عمرو بن عدی بن مالک قبیلہ بنی ایاد سے تعلق تھا۔ عرب کے حکماء میں ایک تھے جاہلیت میں بڑے خطباء میں آپ شمار ہوتا تھا ۲۳ قبل ہجری میں وفات پائی۔(الاعلام ۵:۱۹۶)

22 ام جندب جو امرؤ القیس کی پہلی بیوی تھی اور دور جاہلت کے شعراء میں سے تھیں، اور بسا اوقات شاعری کے مقابلوں میں بطور ناقد فیصلہ بھی دیا کرتی تھی۔(عبد العزیز العتیق، النقد الادب العربی عند العرب:۱۸)

23 پورا نام مہلہل بن ربیعۃ ہے۔ آپ جاہلی دور کے شاعر تھے۔ عرب کے قبیلہ عدنان کے تعلق تھا۔(الاعلام ۳:۱۶۵)

24 طہٰ حسین: ادب الجاہلی: ۱۳۴، دار المعرفۃ بمصر

25 پورا نام قدامۃ بن جعفر بن قدامہ بن زیاد بغدای ہے اور کنیت ابو فرج، کاتب اور علم منطق اور فلسفہ میں قدیم فصحاء وبلغاء میں سے ہیں۔ آپ مکتفی باللہ عباسی کے دنوں میں ان کے ہاتھوں مشرف با اسلام ہوئے۔اور بغداد میں ۳۳۷ھ میں وفات پائے۔ آپ کی تصانیف میں الخرج اور نقد الشعر اور جواھرالالفاظ، نقد النثر بہت مشہور ہیں۔ (الاعلام ۴: ۷۶)

26 پورا نام محمد بن سلام بن عبید اللہ الجمحی، اور کنیت ابو عبد اللہ، ادب میں امام تھے، آپ کا تعلق بصرۃ عراق سے تھا اور وہی پر ۲۳۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کی مشہور تصانیف میں طبقات الشعراء الجاهلين والاسلام، هوتات العرب اورغرب القرآن ہیں۔(خطیب بغدای، تاریخ بغدادی ۵: ۳۲۷)

27 پورا نام حسن بن بشر بن یحیٰ الآمدی، اور کنیت ابو القاسم ہے۔ ادب کے بڑے عالم تھے۔ علاقہ آمد سے تعلق کی بناء پر آمدی کہلائے۔ بصرہ میں ۳۷۰ھ کو وفات پائی۔ تصانیف میں المؤتلف والمختلف ، الموازنة بين البحتري وابی تمام اور معانی شعر البحتري وغیرہ۔(یاقوت حموی، معجم الادباء ۸: ۷۵۔۔۔انباہ الرواۃ ۱: ۲۸۵)

28 پورا نام علی بن عبد العزیز بن حسن جرجانی ہے اور کنیت ابو الحسن: ادب کے علماء کے قاضی تصور کیے جاتے ہیں آپ نے کئی علمی اسفار کیے۔ آپ جرجان میں پیدا ہوئے اس لئے اس کی طرف نسبت کی وجہ سے جرجانی کہلائے۔ کئی عرصہ تک آپ یہی پر قاضی کے منصب پر فائز رہے اور آپ کی وفات ۳۹۲ھ میں نیسابور میں ہوئی اور دفنانے کے لئے جرجان لائے گئے۔ آپ کی علمی آثار میں سے الوساطة بين المتنبي وخصومه،تفسير القرآن اور دیوان شعر وغیرہ مشہور ہیں۔(ابن خلکان، وفیات الاعیان ۱: 324۔۔۔الاعلام ۴: ۳۰۰)

29 جاحظ کا پورا نام عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی اور کنیت ابو عثمان اور جاحظ کے نام سے مشہور ہیں۔ ادب کے بڑے ائمہ میں سے ایک تھے۔ معتزلیہ فرقہ الجاحظیۃ کے بانی تھے۔ بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہی پر فالج کے مرض میں مبتلا

ہوئے ہے اور ۲۵۵ھ کو وفات ہوئے۔ آپ نے کثیر تعداد میں تصانیف کی ہیں: جن میں مشہور البیان، کتاب الحیوان، کتاب البخلاء اور المحاسن والاضداده ہیں۔(وفیات الاعیان ۱: ۳۸۸)

30 سید بن علی المرصفی الازہری، ادب اور لغت کے بڑے عالم اور الازہر علماء کے ان جماعت سے تعلق تھا جنھوں سب سے پہلے ازہر میں تدریس کی۔ مصر میں پیدا ہوئے اور وہی پر ۱۹۳۱ء میں وفات پائے۔ آپ کی تصانیف میں سے الامل من کتاب الکامل اور اسرار الحماسة مشہور ہیں۔(لیمان جبوری، معجم الادباء، ج:1، ص:124)

31 ابراہیم بن محمد بن عبد القادر المازنی، ادیب اور صحافی تھے مصر میں ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے، مدرسہ المعلمین العلیاء سے فارغ التحصیل تھے اور مجمع العلمی دمشق کے رکن رہے۔ ۱۹۴۹ء میں انتقال ہوا۔(سلیمان جبوری معجم الادباء ۱: ۷۳)

32 پورا نام عباس بن محمد بن ابراہیم بن مصطفی العقاد ہے۔ اپنے وقت کے مصری ادب کے امام تھے، آپ کی کثیر تعداد میں تصانیف ہیں۔ دمیاط سے مصر سے محلة الکبری میں منتقل ہوئے اور وہی پر ۱۹۶۴ء میں انتقال ہوا۔(شوقی ضیف، الادب العربی المعاصر: ۱۳۶)

33 سورۃ البقرۃ ۲ :۱-۴

34 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۷

35 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۹

36 سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۹۵

37 سورۃ یوسف ۱۲ :۲

38 سورۃ الزمر ۳۹: ۲۸

39 سورۃ فصلت ۴۱ :۳

40 سورۃ الشوری ۴۲: ۷

41 تمام ابی تمام: ۳۵۶

42 سورۃ النور ۲۴: ۳۵

43 سورۃ البقرۃ ۲ :۱۶

44 سورۃ الحاقۃ ۶۹: ۱۹

45 سورۃ الزمر ۳۹: ۹

46 سورۃ فاطر ۳۵ : ۱۹

47 سورۃ الشعراء ۲۶: ۲۲۴